تعزیر
قرآن و سُنّت اور فقہ کے تقابلی احکام

جناب محمدؐ خالد سیف اسلام آباد

تعریف تعزیر کے لغوی معنی باز رکھنے، منع کرنے اور ادب سکھانے کے ہیں، سزا کو تعزیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی مجرم کو جرائم کے ارتکاب سے باز رکھنے اور منع کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

اصطلاح میں ہر وہ سزا جس کو شریعت نے متعیّن نہیں کیا، جس کی نوعیت اور مقدار کو بیان نہیں کیا اور جس کا حد کی طرح جاری کرنا لازم قرار نہیں دیا تعزیر کہلاتی ہے۔ یہ سزا ان تمام جرائم پر دی جا سکتی ہے، جن کو شریعت نے حرام، فحش یا مُنکَر قرار دیا ہے۔ تعزیری سزائیں سلف سے جو متعدد صُورتیں منقول ہوئی ہیں، ان میں سے کسی ایک کو قاضی اپنی صواب دید کے مطابق اختیار کر سکتا ہے، حدود کے برعکس تعزیرات میں قاضی کو سزا دینے یا نہ دینے یا معاف کر دینے کا اختیار ہے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ جُرم اور مُجرم کی نوعیّت کے اعتبار سے کسی ایک سزا کو ترک کر دے یا ایک سے زیادہ سزاؤں کو جمع کر دے۔

فقہاءِ اسلام نے جو یہ کہا ہے کہ تعزیری سزا حاکم یا قاضی کی رائے، اختیار اور اجتہاد پر موقوف ہے، تو اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ جُرم اور مُجرم کے حالات پر غور کر کے اس کی سزا کا اندازہ مقرر کرلیگا، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ اصطلاحِ شریعت میں تعزیر جُرم کی ہر اس سزا کو کہا جاتا ہے جو حد سے کم ہو اور شریعت نے اس کی مقدار مقرر نہ کی ہو خواہ جُرم کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے![1]

حقوق اللہ حقوق اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اوامر اور نواہی ہیں، جن کا تعلق امن عامہ اور عوام کے مجموعی حقوق یا ان کے معاشرتی نظام سے ہو۔

حقوق العباد | حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو معاشرے کے ایک فرد کے دوسرے فرد کے ذمہ ہوں ۔

حد، قصاص اور تعزیر میں فرق | حد کے لغوی معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں حقوق اللہ یا حقوق العباد سے متعلق جرائم کے ارتکاب پر شریعت کی مقرر کردہ سزا کو حد کہتے ہیں مثلاً حدِ زنا یا حدِ سرقہ وغیرہ ۔

قصاص | قصاص کے لغوی معنی نقشِ قدم پہ چلنے کے ہیں جب کہ اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ مجرم کے ساتھ اسی طرح کیا جائے، جس طرح اس نے کیا ہے ۔

کفّارہ | کفّارہ کے لغوی معنی مٹا دینے کے ہیں جب کہ اصطلاح میں کسی گناہ کو مٹا دینے کے لیے شریعت کے مقرر کردہ بدلہ کو کفّارہ کہتے ہیں[۲]

حد، قصاص اور تعزیر میں فرق

تعزیر | حد اور قصاص سے کئی اعتبار سے مختلف ہے مثلاً :

۱ ۔ حدود و قصاص کو واجب قرار دینے والا جرم جب شرعی اصولوں کے مطابق قاضی کے پاس ثابت ہو جائے تو قاضی کے لیے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ حالات کے مطابق حد یا قصاص کا حکم دے، اُسے اپنی طرف سے کوئی سزا دینے یا شریعت کی مقرر کردہ سزا میں کمی بیشی کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ وہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ مجرم کو صرف وہی سزا دے جو شریعت نے اس کے لیے مقرر کی ہے ہاں البتہ اگر قصاص کی صورت میں مجرم کو معاف کر دیا گیا ہو تو پھر قاضی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قصاص کا حکم دے، اس صورت میں وہ تعزیر کے طور پر کوئی سزا دے سکتا ہے اور یہ اس لیے کہ حد کے برعکس قصاص کا تعلق حقوق العباد سے ہے ۔

تعزیر میں قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اجتہاد کر کے حالات کے مطابق کوئی مناسب سزا دے، لوگوں کے مقام و مرتبہ اور گناہوں کی نوعیت کے اعتبار سے تعزیری سزائیں مختلف ہو سکتی ہیں[۳]

۲ ۔ حد کو جاری کرنا حقوق اللہ میں سے ہے لہٰذا اس میں نہ معافی ہے اور نہ سفارش اور نہ اسے ساقط قرار دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ معاملہ قاضی تک پہنچ جائے اور دلائل سے جرم ثابت ہو جائے، اسی

طرح حق دار اگر معاف نہ کرے تو قصاص کا بھی یہی حکم ہے۔ تعزیر کا تعلق اگر حقوق اللہ سے ہو تو اسے نافذ کرنا بھی واجب ہے لیکن مصلحت کے پیش نظر اس میں معافی و سفارش جائز ہے یا اگر سزا کے بغیر بھی مُجرم باز رہ سکتا ہو تو پھر بھی معافی جائز ہے، جُرم کا تعلق اگر حقوق العباد سے ہو تو صاحب حق تعزیر کو معاف کر سکتا ہے اور اگر وہ سزا کا مطالبہ کرے تو پھر حاکم و قاضی نہ معاف کر سکتا ہے، نہ سفارش قبول کر سکتا ہے اور نہ تعزیر کو ساقط کر سکتا ہے۔[۴]

۳ - جمہور کے نزدیک حدود و قصاص کے لیے گواہی یا مُجرم کا اعتراف ضروری ہے اور اس کے لیے کچھ مخصوص شرطیں بھی ہیں مثلاً شخص مُتضرّر (جسے ضرر پہنچایا گیا ہو) کے اقوال کو بطور گواہ قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ سنی سنائی گواہی یا قسم پر اعتبار کیا جا سکتا ہے جب کہ تعزیر میں اس طرح کے اثباتِ جُرم کے وسائل کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔[۵]

۴ - اس مسئلہ میں فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں کہ حد لگنے سے اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں ہے لیکن تعزیر میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تو تعزیر کے لیے بھی یہی حکم ہے جب کہ شافعیہ کے نزدیک اس صُورت میں تاوان ادا کرنا ہوگا۔ شافعیہ کا استدلال حضرت عمرؓ کے اس واقعہ سے ہے کہ ان سے ڈر کر جب ایک عورت پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ اس کا حمل ساقط ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے اس کی دیت ادا کی تھی۔[۶]

اب سوال یہ ہے کہ آخری قول کے مطابق دیت کون ادا کرے؟ اس میں ایک قول تو یہ ہے کہ دیت حاکم/قاضی کا خاندان ادا کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسے بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔[۷]

۵ - حد شبہہ کی بنیاد پر ساقط ہو جاتی ہے جب کہ تعزیر شبہہ کے باوجود نافذ کی جا سکتی ہے۔[۸]

۶ - حد اگر مُجرم کے اپنے اقرارِ جُرم کی صُورت میں ہو تو وہ اپنے قول سے رجوع کر سکتا ہے جب کہ تعزیر کی صُورت میں رجوع کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

۷ - بچے پر حد واجب نہیں ہوتی جب کہ اسے تعزیری سزا دینا جائز ہے۔

۸ - کیس پُرانا ہونے کی صُورت میں بعض فقہاء کے نزدیک حد ساقط ہو جاتی ہے، جب کہ تعزیر ساقط نہیں ہوتی۔[۹]

شرعی حکم | جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اصول یہ ہے کہ ہر وہ جُرم جس میں شریعت نے حد

یا کفارہ مقرر نہ کیا ہو تو اس میں تعزیر ہے اور جرم کی نوعیت اور مجرم کی حالت کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے[۱۰]

تعزیر کی حکمت

شریعت نے تعزیر کو اس لیے مقرر کیا ہے تاکہ مجرم کو جرم کے ارتکاب سے روکا جا سکے اس کی اصلاح کی جا سکے ، اسے تہذیب و ادب سکھایا جائے نیز دیکھنے والوں کے لیے اس میں عبرت اور نصیحت کا سامان ہے ۔

امام زیلعی ، ماوردی اور بہت سے دیگر فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ تعزیر ، تادیب و تطہیر کے لیے ہے ، اس سے تعذیب یا آدمی کی توہین و تذلیل یا انسان کے کسی عضو کو نقصان پہنچانا ہرگز ہرگز مقصود نہیں ہے فقہاء کرام نے بہت وضاحت سے یہ لکھا ہے کہ تعزیر میں چہرے ، پیٹ ، سینے اور جنسی اعضاء وغیرہ پر مارنا منع ہے نیز منہ پر تھپڑ مارنا ، منہ کالا کرنا ، داڑھی منڈوا دینا اور اس طرح کی دیگر سزائیں بطور تعزیر حرام ہیں ، جن میں انسانیت کی توہین و تذلیل ہو[۱۱]

تعزیری جرائم

یہاں جرم سے مراد کسی ایسے حرام فعل کا ارتکاب یا فرض کا ترک ہے جس میں دنیوی یا اخروی سزا کا مل جانا برابر ہے ، چنانچہ فقہاء کا اجماع ہے کہ کسی واجب کو ترک کر دینا یا کسی حرام فعل کا ارتکاب کرنا ایک قابل تعزیر جرم ہے بشرطیکہ شریعت نے اس میں کوئی حد مقرر نہ کی ہو[۱۲] زکوٰۃ سے انکار ، قدرت کے باوجود قرض ادا کرنے سے انکار ، امانت واپس کرنے سے انکار ، غصب شدہ چیز کو واپس کرنے سے انکار اور فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیوب و نقائص وغیرہ کو چھپانا وغیرہ ترکِ واجب کی چند مثالیں ہیں ۔

فعل حرام کے ارتکاب کی مثالیں یہ ہیں

۱ ۔ ایسا سرقہ جس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جا سکتی ہو (جب نصاب کی شرطیں پوری نہ ہوتی ہوں یا مسروقہ مال مالک کی حفاظت میں نہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جا سکتی) ۔

۲ ۔ کسی اجنبی عورت کے ساتھ بوسہ بازی و خلوت نشینی ۔

۳ ۔ خرید و فروخت میں دھوکا دہی ۔

۴ ۔ سودی کاروبار کرنا ۔

۵ ۔ جھوٹی گواہی دینا وغیرہ[۱۳]

علامہ قلیوبی فرماتے ہیں کہ تعزیر کبھی ایسے کام پر بھی ہو سکتی ہے جو جرم نہ ہو مثلاً بچے کو ادب سکھانا[14]

حد یا قصاص یا کفّارہ کے ساتھ تعزیر

حد کے ساتھ ساتھ کبھی سزائے تعزیر بھی دی جا سکتی ہے مثلاً فقہائے احناف کے نزدیک اگرچہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے ہے لیکن ان کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوڑوں کی سزا کے بعد بطور تعزیر اسے جلا وطن بھی کر دیا جائے، اسی طرح شرابی پر حد جاری کرنے کے بعد یہ بھی جائز ہے کہ بطور تعزیر اسے سرزنش بھی کی جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شرابی کو کوڑے مارنے کے بعد سرزنش بھی کی جائے[15] سرزنش زبانی تعزیر کی ایک صورت ہے اور حنفی و مالکی مکتب فکر کے فقہاء اس کے قائل ہیں[16]

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کو عمداً زخمی کرے، اس سے قصاص بھی لیا جائے گا اور اسے ادب بھی سکھایا جائے گا گویا قتل سے کم تر درجے کے قصاص کے ساتھ یہاں تعزیر بھی ہے امام شافعیؒ بھی اس صورت میں قصاص و تعزیر دونوں سزاؤں کے قائل ہیں مثلاً چور پر حد لگانے کے بعد اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو بطور تعزیر کچھ وقت کے لیے اس کے گلے میں لٹکانا بھی جائز ہے تاکہ دیکھنے والوں کے لیے مزید عبرت ہو۔ امام احمدؒ بن حنبل بھی اس کے قائل ہیں اور اس کی دلیل حضرت فُضالہ بن عُبَیْد سے مروی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا اور پھر آپ کے حکم سے اسے اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا[17] حضرت علیؓ نے بھی ایک چور کے ساتھ اسی طرح کیا۔ اس کی ایک مثال یہ بھی دی جا سکتی ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اگرچہ شراب پینے کی حد چالیس کوڑے ہے لیکن آپ کے نزدیک بطور تعزیر چالیس سے زیادہ کوڑوں کی سزا بھی جائز ہے[18]

اسی طرح تعزیر اور کفارہ بھی یکجا ہو سکتے ہیں مثلاً:

۱ - حالتِ احرام میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے مباشرت کرے۔

۲ - رمضان میں دن کے وقت بیوی سے جنسی عمل کرے۔

۳ - ظہار[19] کے کفارہ سے قبل جنسی تعلق قائم کرے۔

تو ان سب صورتوں میں کفّارہ کے ساتھ ساتھ ادب سکھانے کے لیے سزائے تعزیر بھی دی جا سکتی ہے بشرطیکہ ان افعال کا ارتکاب عمداً کیا گیا ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جھوٹی قسم کے کفّارہ[20] کے ساتھ بطور تعزیر بھی

کوئی سزا دی جاسکتی ہے جب کہ احناف کے نزدیک جھوٹی قسم میں کفارہ نہیں بلکہ صرف تعزیر ہے، اسی طرح امام مالکؒ کے نزدیک اس قتل میں جس میں قصاص نہ ہو[۲۱] قاتل پر دیت واجب اور کفارہ مستحب ہے نیز آپ کے نزدیک ایک سو کوڑوں کی حد کے ساتھ ایک سال کی سزائے قید بھی بطور تعزیر دی جاسکتی ہے[۲۲]
اسی طرح بعض فقہاء نے قتل شبہ العمد[۲۳] میں تعزیر کے ساتھ کفارہ کو بھی واجب قرار دیا ہے[۲۴]

تعزیر، حقوق اللہ و حقوق العباد میں سے ہے

تعزیر کبھی حقوق اللہ میں سے ہوتی ہے اور کبھی حقوق العباد میں سے، اکثر و بیشتر صورتوں میں پہلی قسم سے مراد وہ تعزیر ہوتی ہے جس میں کسی خاص فرد کے بجائے، نفع و نقصان کا تعلق عامۃ النّاس سے ہو مثلاً حکمرانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے امن، چین اور سکون کا گہوارہ بنائیں کہ اسی صُورت میں عامۃ النّاس پر امن زندگی بسر کر سکتے ہیں لہٰذا امن عامہ میں اگر کوئی خلل ڈالے تو حکومت اسے تعزیری سزا دے سکتی ہے۔

دوسری قسم جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس سے مراد وہ تعزیر ہے جس کا تعلق ایک فرد یا کچھ مخصوص افراد سے ہو۔

تعزیر کبھی تو خالص اللہ کا حق ہوتی ہے جیسے نماز ترک کرنے والے، بغیر شرعی عذر کے رمضان کے روزے ترک کرنے والے اور شراب کی مجلس میں حاضر ہونے والے کی سزائے تعزیر اور کبھی غلبہ تو اللہ ہی کے حق کا ہوتا ہے لیکن اس میں کچھ حق فرد کا بھی ہوتا ہے مثلاً کسی اجنبی عورت سے معانقہ و بوسہ بازی وغیرہ اور کبھی اس میں غلبہ فرد کے حق کو ہوتا ہے مثلاً کسی کو گالی گلوچ دینا اور کبھی یہ صرف اور صرف فرد ہی کا حق ہوتا ہے مثلاً بچے کا بڑی عمر کے آدمی کو گالی گلوچ دینا کہ بچہ حقوق اللہ کے اعتبار سے تو مکلف ہی نہیں ہے لہٰذا بچے کو تعزیری سزا دینا صرف اس شخص کے حق کی وجہ سے ہوگا، جسے گالی دی گئی ہو[۲۵]

تعزیر کی ان دونوں صورتوں میں فرق کرنے کی اہمیت درج ذیل امور سے واضح ہوگی:

وہ تعزیر جو فرد کا حق ہے یا جس میں فرد کا حق زیادہ ہے تو وہ دعویٰ پر موقوف ہے یعنی جب حق دار اس کا مطالبہ کرے تو تعزیر کو نافذ کرنا لازم ہوگا قاضی کے لیے اسے ساقط کرنا یا حکومت کی طرف سے اس میں معافی اور سفارش جائز نہ ہوگی اور اس کے برعکس وہ تعزیر جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس میں معافی بھی جائز

ہے اور اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو سفارش بھی قبول کی جا سکتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:
"سفارش کرو تمہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا"[26]

کیا تعزیر کو نافذ کرنا واجب ہے؟

اس مسئلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے کہ تعزیر کو نافذ کرنا حکومت پر واجب ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ اسے واجب قرار دیتے ہیں جب کہ امام شافعیؒ اسے واجب نہیں سمجھتے، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت کا بوسہ لیا ہے تو اس وقت آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝[27]

"اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو، کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں"

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ امت کے ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جو اس کے مطابق عمل کرے[28]

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نیک آدمی کی نیکی کو قبول کر لو اور ان کے برے آدمی کی برائی سے درگذر کرو[29]

۳۔ حضرت زبیرؓ بن عوام اور ایک انصاری صحابی کے پانی کے جھگڑے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا تو انصاری نے کہا کہ زبیرؓ کے حق میں آپ نے یہ فیصلہ شاید اس لیے دیا ہے کہ وہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی ہے، انصاری کی اس ناروا بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ تو بہت آیا لیکن یہ ثابت نہیں کہ آپ نے اسے کوئی تعزیری سزا دی ہو[30]

بعض دیگر فقہاء کا کہنا ہے کہ وہ تعزیر جو منصوص ہو اسے نافذ کرنا واجب ہے اور جس کے بارے

میں کوئی نص نہ ہو اور مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اسے نافذ کیا جائے یا سزا کے بغیر مجرم باز نہ آسکتا ہو تو حد کی طرح اسے نافذ کرنا بھی واجب ہوتا ہے اور اگر سزا کے بغیر مجرم باز آسکتا ہو تو پھر تعزیر نافذ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مصلحت کے تقاضا کے پیشِ نظر قاضی کے لیے اسے معاف کرنا بھی جائز ہے [۳۱]

تعزیری سزاؤں کی نوعیّت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حد تو جرائم کی اس سزا کو کہتے ہیں جسے شریعت نے مقرّر کر دیا ہے اور اس کے برعکس تعزیر قاضی و حاکم کی صواب دید پر ہے کہ قاضی و حاکم نے جرم اور مجرم کی نوعیت اور زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق مناسب تعزیر کا تعیّن کرنا ہوتا ہے۔ تعزیر کے طور پر دی جانے والی سزا بدنی بھی ہوسکتی ہے اور مالی بھی، قید و جلاوطنی کی صورت میں بھی اور معاشرتی بائیکاٹ کی شکل میں بھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعزیری سزاؤں کی یہاں تھوڑی سی تفصیل بھی بیان کر دی جائے:

جسمانی سزائیں

۱۔ قتل بطور تعزیری سزا

اصول تو یہ ہے کہ قتل کی صورت میں تعزیری سزا نہیں دی جاسکتی کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ [۳۲]

"اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، قتل نہ کرنا"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ تین صورتوں کے بغیر کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا حلال نہیں ہے:

۱۔ شادی شدہ ہو کر بدکاری کرے۔ ۲۔ کسی کو قتل کرے اور ۳۔ دین کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے [۳۳]

لیکن بعض فقہاء نے کچھ معیّن جرائم میں مخصوص شرطوں کے ساتھ تعزیر کے طور پر بھی قتل کی سزا کو جائز قرار دیا ہے مثلاً ایسا مسلمان جاسوس جو مسلمانوں ہی کی جاسوسی کرتا ہو تو امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے بعض شاگردوں نے اس کے لیے قتل کی تعزیری سزا کو جائز قرار دیا ہے جب کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور فقہائے حنابلہ میں سے قاضی ابویعلیٰ اسے جائز نہیں سمجھتے، امام احمدؒ نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔ حضرت

الامام ابو حنیفہؒ نے سزائے قتل کو صرف اس صورت میں جائز قرار دیا ہے جب مجرم جرم کا بار بار ارتکاب کرے اور جرم کی نوعیت ایسی ہو جس میں سزا قتل ہے مثلاً بار بار لواطت کے جرم کا ارتکاب یا کسی بھاری اور وزنی چیز تلے دبا کر قتل کرنا ہے[۳۴]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب قتل کے بغیر کسی مفسد کا شر ختم نہ ہو سکتا ہو تو اسے تعزیری سزا کے طور پر قتل کیا جا سکتا ہے، ان کا استدلال عرفجہ اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے جب کہ تم ایک شخص کے زیر قیادت جمع ہو اور وہ تمہارا شیرازہ منتشر کرنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہے تو اسے قتل کر دو[۳۶]

ب۔ کوڑوں کی تعزیری سزا

کوڑوں کی صورت میں بھی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حدود الٰہی میں سے کسی حد کے سوا کسی کو دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے"[۳۷]

خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے مسلمان حکمرانوں کے دور میں کوڑوں کی تعزیری سزا دی جاتی رہی ہے اور اس سے کبھی بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے[۳۸]

کتنے کوڑے؟

فقہاء احناف میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ تعزیری سزا اس قدر نہیں ہونی چاہیے کہ وہ حد تک پہنچ جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

"جو حد کے بغیر کسی جرم کی حد جتنی سزا دیتا ہے تو وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہے"[۳۹]

ہاں البتہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف میں اختلاف ہے کہ تعزیری سزا میں زیادہ سے زیادہ کتنے کوڑے ہو سکتے ہیں۔ حضرت الامام ابو حنیفہؒ انتالیس[۳۹] کوڑوں کے قائل ہیں، قاضی ابو یوسف کا بھی پہلے یہی قول تھا لیکن پھر انہوں نے فرمایا کہ تعزیری سزا اسّی کوڑوں تک دی جا سکتی ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک تعزیری سزا چونکہ معین نہیں ہے لہٰذا یہ حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ

اس میں قاضی و حاکم کی اپنی خواہش کے بجائے مصلحت کا تقاضا ایسا ہو، [۳۹] ان کا استدلال حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے ہے کہ جب معین بن زیاد نے حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک جھوٹا خط تیار کر کے بیت المال سے مال حاصل کر لیا تو آپ نے اسے تین سو کوڑے لگوائے اور حضرات صحابہ کرامؓ میں کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی تو گویا اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے صبیغ بن عسل کو بھی حد سے زیادہ سزا دی [۴۰]۔ امام احمدؒ نے روایت بیان کی ہے کی حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک نجاشی کو پیش کیا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی تو آپ نے اسے اسی [۸۰] کوڑے بطور حد لگوائے اور بیس کوڑے رمضان کی بے حرمتی کی وجہ سے۔

شافعیہ کے نزدیک ایک قول تو یہ ہے کہ کسی حد میں کوڑوں کی جو کم از کم تعداد ہے تعزیر میں یہ اس سے بھی کم ہونی چاہیے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تعزیری سزا میں کوڑوں کی سزا دس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے:

"حدود الٰہی میں سے کسی حد کے سوا کسی کو دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے"[۴۲]

فقہاء حنابلہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ تعزیری سزا میں کوڑوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ کوڑوں کی تعداد کم از کم حد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے جب کہ فقہاء حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیمؒ کا قول یہ ہے کہ تعزیری سزا مصلحت اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے ہوتی ہے لہٰذا اس کا تعلق قاضی و حاکم کے اجتہاد سے ہے، وہ جو سزا مناسب سمجھے تجویز کر سکتا ہے[۴۳]

کوڑوں کی کم سے کم تعداد

یہ تو تھا کوڑوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ تعزیر میں کوڑوں کی کم از کم تعداد کتنی ہونی چاہیے تو اس کے بارے مشہور حنفی مکتب فکر کے فقیہہ علامہ قدوری کا قول یہ ہے کہ کم از کم تین کوڑے ہوں جب کہ فقہاء احناف کی اکثریت کا یہ قول ہے کہ اس کا انحصار قاضی اور حاکم کی صواب دید پر ہے، فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی قول ہے[۴۴]

ج ۔ قید کی سزا

سزائے قید، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید

میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝[۱۵]

"مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا) کرے"۔

نیز فرمایا :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝[۱۶]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں، اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سُولی چڑھا دیے جائیں یا اُن کے ایک ایک کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب ہے"۔

اس آیت میں استدلال اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے الفاظ سے ہے کہ بقول امام زیلعی کے یہاں جلاوطنی سے مراد قید کرنا ہے۔

سنت سے بھی سزائے قید کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کے الزام مدینہ منورہ میں کئی لوگوں کو قید کیا اور پھر ان کے جُرم کی نوعیت کے مطابق انہیں سزا دی اور جس نے ایک شخص کو اتنا عرصہ بند کیے رکھا کہ اس کی موت واقع ہوگئی اس کے بارے میں فرمایا :

اُقْتُلُوا الْقَاتِلَ وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ[۱۷]

"قاتل کو قتل کرو اور بند کر کے قتل کرنے والے کو بند کر کے قتل کرو"۔

وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ کے معنی یہ ہیں کہ اسے موت تک قید میں رکھا جائے کیونکہ اس نے بھی مقتول کو اس قدر قید میں رکھا کہ وہ مرگیا تھا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام اور ان کے بعد کے تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ قید کی صورت میں بھی مجرم کو سزا دی جاسکتی ہے۔ فقہاء کرام کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ قید کی صورت میں بھی تعزیری سزا دی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجو کی وجہ سے حُطَیئہ کو قید کر دیا تھا اور صَبِیغ کو "ذاریات"، "مرسلات"، "نازعات" اور ان جیسے دیگر متشابہات کی کرید کرنے کی وجہ سے قید کی سزا دی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خاندان بنی تمیم کے ایک چور اور رہزن ضابئ بن حارث کو سزائے قید دی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں کئی لوگوں کو قید کی سزا سنائی [۴۸]

مدت قید

تعزیری سزا کے طور پر مجرم کو کتنا عرصہ قید میں رکھا جائے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق جرم کی نوعیت، زمان و مکان کے تقاضے اور مجرم کے حالات کے مطابق قاضی و حاکم کی صواب دید پر ہے علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ قید کے لیے مدت مقررہ نہیں ہے، امام ماوردی فرماتے ہیں کہ تعزیری سزائے قید مجرم اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے جو ایک دن سے لے کر غیر محدود مدت تک بھی ہوسکتی ہے۔

فقہاء شافعیہ میں سے شربینی کہتے ہیں کہ سزائے قید کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ایک سال سے کم مدت کے لیے ہو جیسا کہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الام" میں وضاحت فرمائی ہے اور اکثر فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء حنابلہ سے اس سلسلہ میں کسی خاص مدت کا تعین منقول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے قاضی و حاکم کی صواب دید کے مطابق قرار دیا ہے [۴۹]

د۔ جلاوطنی کی سزا

تعزیر کے طور پر جلاوطنی کی سزا بھی دی جاسکتی ہے اور اس کے بارے میں فقہاء کرام میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ سزا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید

میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ـ

"یا وہ ملک سے نکال دیے جائیں"

یاد رہے شریعت نے حدود میں بھی جلا وطنی کی سزا مقرر کی ہوئی ہے۔

سنت سے بھی یہ سزا ثابت ہے؛ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیری سزا کے طور پر مخنثین (یعنی ہیجڑوں کو) مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا تھا۔[۵۰]

اجماع امت سے بھی یہ سزا ثابت ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب نصر بن حجاج کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا تو حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی[۵۱] تو اس پر گویا تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ مسافتِ قصر سے زیادہ فاصلہ تک جلا وطن کیا جائے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نصر بن حجاج کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کر کے بصرہ بھیج دیا تھا، حضرت علیؓ نے بھی جلا وطنی کی سزا کے طور پر بصرہ بھیجا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلا وطنی کی سزا کے طور پر مجرموں کو مصر بھیج دیا تھا۔ جلا وطنی کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جس کو یہ سزا دی گئی ہو اسے کسی مخصوص شہر میں بھیجا جائے یہ نہیں کہ اس کی جلا وطنی کو مطلق رکھا جائے۔ مُجرم کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جس شہر کی طرف اسے جلا وطن کیا گیا ہو، اس کے بجائے وہ کسی اور شہر میں چلا جائے جس طرح کہ یہ بھی جائز نہیں کہ مُجرم کو جلا وطن کر کے اس کے اپنے ہی شہر میں بھیج دیا جائے۔[۵۲]

امام شافعیؒ کی رائے میں مُجرم کے اپنے شہر اور اس شہر کے مابین جہاں اسے جلا وطن کر کے بھیجا جا رہا ہو، ایک دن رات سے کم مدت کی مسافت نہ ہو۔[۵۳] جب کہ مشہور فقیہہ ابن ابی لیلیٰ کی رائے یہ ہے کہ مجرم نے جس شہر میں جرم کا ارتکاب کیا ہو، وہاں سے اسے کسی دوسرے شہر میں جلا وطن کر دیا جائے لیکن یہ شرط نہیں ہے کہ دونوں شہروں کے مابین قصر جتنی مسافت ہو۔[۵۴]

جلا وطنی کی مُدت

امام ابوحنیفہؒ جُرم زنا میں جلا وطنی کی سزا کو حد نہیں بلکہ تعزیر شمار کرتے ہیں، جس کے معنی یہ ہیں

کہ آپ کے نزدیک ایک سال سے زیادہ مدت کے لیے بھی جلاوطنی کی سزا جائز ہے۔[55] امام مالکؒ کے نزدیک بھی ایک سال سے زیادہ عرصہ کے لیے جلاوطنی کی سزا جائز ہے مگر آپ اسے جرمِ زنا میں حد قرار دیتے ہیں تعزیر نہیں اور آپ اس حدیث؛

مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ -

"جو غیر حد میں حد جتنی سزا دے تو وہ حد (اعتدال) سے بڑھ جانے والوں میں سے ہے"

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ امام (قاضی و حاکم) تعزیری سزا حد سے زیادہ بھی دے سکتا ہے بشرطیکہ یہ مصلحت کا تقاضا ہو اور اس میں ذاتی خواہش کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ بعض فقہائے شافعیہ و حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے جب کہ اس کے برعکس بعض دیگر فقہاء کے نزدیک ایک سال سے زیادہ مدت کے لیے جلاوطنی کی سزا نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ ان کے نزدیک جرمِ زنا میں یہ سزا حد ہے اور حد میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے[56]

۵۔ مالی سزا

حنفی مذہب میں مالی سزا جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ مالی سزا کو جائز قرار نہیں دیتے۔[57] امام محمدؒ نے اپنی کسی بھی کتاب میں مالی سزا کا ذکر نہیں کیا ہاں البتہ قاضی ابویوسفؒ نے بوقت مصلحت مالی سزا کو جائز قرار دیا ہے[58]

امام شافعیؒ کے قدیم قول کے مطابق مالی سزا جائز مگر جدید قول کے مطابق ناجائز ہے[59]

مالکی مذہب میں مشہور قول یہ ہے کہ مالی سزا جائز ہے جیسا کہ ابن فرحون نے اس کی صراحت کی ہے۔[60]

فقہاءِ حنابلہ کے نزدیک مالی صورت میں تعزیری سزا دینا یا مجرم کے مال کو تلف کرنا حرام ہے کیونکہ شریعت میں ایسا کوئی حکم وارد نہیں ہے لیکن فقہائے حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ مالی طور پر تعزیری سزا کو دونوں صورتوں میں جائز قرار دیتے ہیں کہ جرم کی نوعیت کے مطابق مجرم کو مالی طور پر جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے یا بعض صورتوں میں اس کے مال کو ضائع بھی کیا جا سکتا ہے، ان کا استدلال آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ان فیصلوں سے ہے کہ:

۱۔ جو شخص کسی کو حرم مدینہ میں شکار کرتا ہوا پائے تو وہ اس کا مال سلب کر سکتا ہے۔

۲ ۔ شراب بیچنے والے کے مٹکوں کو توڑ دیا اور مشکیزوں کو پھاڑ دیا جائے۔
۳ ۔ آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ان گہرے زرد رنگ کے کپڑوں کو جلا دیں جو انہوں نے پہن رکھے تھے [۶۱]

امام ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کا استدلال خلفاء راشدین کے فیصلوں سے بھی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مکان کے جلا دینے کا حکم دیا، جہاں شراب فروخت ہوتی تھی، اسی طرح انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ مانعین زکوٰۃ سے ان کا آدھا مال چھین لیا جائے، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے اس محل کو جلا دینے کا حکم دیا، جس میں وہ لوگوں سے پردہ نشین ہو کر بیٹھ رہتے تھے، چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس فاروقی حکم کو نافذ کیا تھا [۶۲]، چنانچہ دلائل کی رو سے یہی مذہب قوی قرار پاتا ہے کہ بوقت ضرورت و مصلحت تعزیر میں مالی سزا بھی دی جاسکتی ہے اور اسی کے مطابق ہر زمان و مکان میں عمل ہوتا رہا ہے۔

حالات و واقعات اور جرم و مجرم کی مناسبت سے تعزیری سزاؤں کی اور بھی کئی صورتیں ممکن ہیں جنہیں قاضی و حاکم اپنی صواب دید سے اختیار کر سکتا ہے [۶۳]

اسلام میں تعزیری جرائم اور ان کی سزا

وہ جرائم جن کی شریعت نے تعزیری سزا مقرر کی ہے کبھی تو ان جرائم کے قبیل سے ہوتے ہیں، جن کے لیے شریعت نے حد یا قصاص کی صورت میں سزا مقرر کی ہے لیکن شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے مجرم کو یہ سزا نہ دی جاسکتی ہو یا کسی اور امر مانع کی وجہ سے سزا نہ دی جاسکتی ہو مثلاً کوئی ایسا شبہہ موجود ہو جس کی وجہ سے اس پہ حد نافذ نہ کی جاسکتی ہو یا صاحب حق ہی سزا کو معاف کر دے اور کبھی جرائم ہی ایسے ہوتے ہیں، جن میں اصل سزا تعزیر ہی کی صورت میں ہے، ان جرائم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تعزیری جرائم جو ایذا جسمانی سے متعلق ہوں

وہ جرائم جو جان لینے یا اعضاء جسمانی کے ضائع کرنے یا ان کی منفعت ضائع کرنے میں حسب شریعت قابل قصاص یا موجب دیت مقررہ نہ ہوں، ان تمام جرائم کی سزا تعزیر کی صورت میں ہوگی۔

جرائم قتل — قتل عمد

قتلِ عمد کی سزا تو قصاص ہے اور اس کے لیے شریعت نے کئی شرطیں بھی مقرر کی ہیں مثلاً:

۱۔ قاتل نے بلاشک و شبہہ مقتول کو عمداً قتل کیا ہو۔

۲۔ اس نے اسے برضا و رغبت کسی جبر و اکراہ کے بغیر قتل کیا ہو۔

۳۔ براہِ راست خود قتل کیا ہو۔

۴۔ مقتول قاتل کا جزء نہ ہو۔

۵۔ مقتول مطلقاً معصوم الدم ہو اور

۶۔ مقتول کے وارث قصاص کا مطالبہ بھی کریں[۲۶]

اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو سزا قصاص کی صورت میں نہ ہوگی بلکہ تعزیر کی صورت میں ہوگی۔ فقہائے کرام اور اسلامی قانون کے ماہرین نے اس سلسلہ میں بڑی لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں۔ جنہیں کتبِ فقہ و قانون کے قتل و قصاص کے ابواب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

قتل شبہہ العمد

قتل شبہہ العمد کی تعریف یہ ہے کہ جس میں ایسی شے سے مارنے کا ارادہ کیا جائے جو اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا باعث نہیں ہوتی جیسا کہ پتھر یا لاٹھی یا ہاتھ سے مارنا وغیرہ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ کسی بڑے پتھر یا وزنی لاٹھی کا استعمال قتل عمد میں شامل ہوگا، چنانچہ ان دونوں کے نزدیک قتل شبہہ العمد کی تعریف یہ ہے کہ کسی ایسی شئ سے مارا جائے جو غالباً قتل کا سبب نہیں ہوتی جیسا کہ کوڑے یا چھوٹی لاٹھی وغیرہ سے مارنا۔

قتل شبہہ العمد میں بھی تعزیری سزا واجب ہے کیونکہ کفارہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، یہ اس فعل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو فوت شدہ نفس کے بدل کے طور پر ہے اور جو اصل جرم ہے، اس میں کفارہ نہیں ہے لہٰذا اس کی تعزیری سزا ہوگی۔ فقہ حنفی میں یہ طے شدہ اصول ہے کہ قتل کے جس جرم میں قصاص کی سزا نہیں ہے، اس میں حاکم کے لیے قتل تک کی سزا دینا بھی جائز ہے

بشرطیکہ مُجرم نے اس طرح کے جرائم کا بار بار ارتکاب کیا ہو یا مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اسے سزائے موت دی جائے، اسی طرح اگر کسی مُجرم کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کئی لوگوں کو گلا گھونٹ کر، یا پانی میں غرق کر کے یا بلند جگہ سے نیچے گرا کر قتل کیا ہے اور اس کا یہ فساد قتل کے بغیر ختم نہ ہو سکتا ہو تو اسے تعزیری طور پر قتل کی سزا دی جا سکتی ہے[۶۵] اسی طرح عصر حاضر میں ہتھوڑا گروپ کے طریقۂ واردات کے اختیار کرنے والوں اور اس نوع کے جرائم کا ارتکاب کرنے والے دیگر مجرموں کو بھی بلاشبہ قتل کی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے کیونکہ اس قسم کے مجرموں کو جب تک کیفر کردار تک نہ پہنچایا جائے، نہ قتل و غارت اور فتنہ و فساد جیسے سنگین جرائم کا سدباب ممکن ہے اور نہ معاشرے کو امن، چین اور سکون کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

عمدی جرائم ما دون النفس

جب جُرم کا تعلق ما دون النفس سے ہو یعنی اس میں جان تو ضائع نہ ہوئی ہو لیکن جُرم کا ارتکاب قصد و ارادہ سے کیا گیا ہو تو اس کی سزا قصاص ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ مجرم کو جو سزا دی جائے وہ بالکل اس جُرم کے مثل ہو جو مُجرم نے مجروح کے ساتھ کیا ہو، یعنی مُجرم کے ساتھ زیادتی اور ظلم نہ ہونے پائے، محل سزا محدود اور معیّن ہو اور صحت و کمال میں بھی مساوات قائم رہ سکے، اگر ان شرائط کے مطابق عمل ممکن نہ ہو تو قصاص کی سزا ساقط ہو جائے گی اور مُجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی[۶۶]

وہ زنا جس کی سزا حد نہ ہو

زنا کی وہ صُورت جس کی سزا حد نہ ہو تو اس صُورت میں بھی مُجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی مثلاً حد شبہہ پیدا ہونے کی صُورت میں ساقط ہو جائے گی، خواہ شبہہ فعل میں ہو یا مِلک میں یا عقد میں، ان تمام صُورتوں میں حد تو نہ ہو گی البتہ مُجرم کو تعزیری سزا ضرور دی جائے گی۔

اسی طرح جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہو، وہ اگر مردہ ہو تو اس صُورت میں بھی سزا تعزیریہ ہو گی کیونکہ اسے زنا نہیں کہا جائے گا، زنا اور اس کی سزائے حد کے لیے یہ شرط ہے کہ مَزنیہ (جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہو) زندہ ہو، ہاں البتہ میّت کی بے حرمتی کی وجہ سے سخت سے سخت تعزیری سزا دی جا سکتی

ہے جو سزائے قتل بھی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح کسی اجنبی عورت سے معانقہ، بوسہ بازی یا اس کے اعضاءِ جسمانی سے (علاوہ زنا کے) شہوانی طریقے سے متمتع ہونا یا کسی شخص کا اپنی شرم گاہ کو برہنہ کر دینا یا کسی عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جو بے حیائی کی علامت ہو تو یہ سب قابل تعزیر جرائم ہیں۔[۶۸]

وہ قذف جس میں حد نہ ہو

حد قذف کے نافذ کرنے کے لیے بھی کچھ خاص شرائط ہیں، جب ان میں سے ایک شرط بھی معدوم ہو تو مجرم پہ حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ مقذوف (جس پر بہتان لگایا گیا ہو) کے مطالبہ پر اسے تعزیری سزا دی جائیگی یاد رہے کہ وہ قذف جس میں سزا حد ہے اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقذوف محصن ہو اور اگر وہ محصن نہ ہو تو قاذف کو حد کی نہیں بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی، اسی طرح مجنون یا بچے پر قذف کی صورت میں بھی سزا حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی، اسی طرح حد کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ زنا کا الزام لگایا گیا ہو اگر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں جن میں کنایہ یا تعریض کا پہلو ہو تو اس صورت میں بھی فقہ حنفی میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے ہاں البتہ امام مالک کے نزدیک اس صورت میں بھی حد ہے۔

اسی طرح جب ارادہ قذف کا نہ ہو بلکہ محض سب و شتم، اور گالی گلوچ کے طور پر کسی مسلمان کو عیسائی یا زندیق یا کافر کہہ دیا جائے یا مخنث و منافق جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں یا کوئی کسی کو سود خور، شرابی، خائن اور چور کہہ دے تو اس طرح کے تمام برے الفاظ استعمال کرنے پر تعزیری سزا ہوگی۔[۶۹]

سرقہ جس میں حد نہ ہو

سرقہ ان جرائم میں سے ہے، جن کی سزا حد ہے بشرطیکہ تمام شرعی شرائط پوری ہوتی ہوں جن میں سے اہم شرطیں یہ ہیں کہ:

۱۔ چور نے مال کو خفیہ طور پر چرایا ہو۔

۲۔ مسروقہ چیز مال ہو۔

۳ - مسروقہ چیز کسی کی ملکیت ہو۔
۴ - محفوظ جگہ پر رکھی ہو۔
۵ - نصاب کے مطابق ہو۔

اگر ان میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو حد کی سزا ختم ہو جائے گی اور مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

ڈاکہ زنی جس میں حد نہ ہو

ڈاکہ زنی بھی ایسا جرم ہے، جس کی سزا حد ہے اور اس کے لیے بھی مخصوص شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو حد کی سزا ختم ہو جائے گی اور مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

ڈاکہ زنی اور رہزنی میں حد کی سزا دینے کے لیے جو شرطیں مقرر کی گئی ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱ - مجرم بالغ ہو۔
۲ - عاقل ہو۔
۳ - شخص متضرر مسلمان یا ذمی ہو۔
۴ - مال صحیح طور پر اس کی ملکیت میں ہو۔
۵ - ڈاکوؤں اور رہزنوں میں کوئی رشتہ دار اور محرم نہ ہو۔
۶ - لوٹا گیا مال متقوم، معصوم اور مملوک ہو۔
۷ - مال چور و رہزن کی ملکیت نہ ہو۔
۸ - اس میں اس کی ملکیت کا شبہہ بھی نہ ہو۔
۹ - مال محفوظ جگہ میں ہو۔
۱۰ - مال نصاب کے بقدر ہو۔

وہ جرائم جن میں اصل سزا تعزیری ہے

مذکورہ جرائم تو وہ تھے جن میں اصل سزا حد ہے لیکن شرائط وغیرہ پوری نہ ہونے کی وجہ سے

ان میں حد کے بجائے تعزیر کی سزا دی جاتی ہے اب ہم ان کا ذکر کریں گے جن میں اصلی سزا تعزیر ہی ہے، چنانچہ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :

جھوٹی شہادت

قرآن مجید میں جھوٹی بات کو حرام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ [۱]

"اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔"

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں سے شمار کیا ہے [۲] لیکن اس میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے لہٰذا اس جرم کی سزا تعزیری ہے۔

جھوٹا دعویٰ

جو شخص کسی کے خلاف ناحق جھوٹا دعویٰ قائم کرے اسے ثابت نہ کرسکے اور عدالت کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ مدعی جھوٹا ہے تو جھوٹ بولنے اور مدعا علیہ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے تعزیری سزا دی جاسکتی ہے [۳]

غیر موذی جانور کو قتل کرنا یا نقصان پہنچانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو دکھ دینے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ "ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم رسید ہوگی کیونکہ اس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دیا اور نہ اسے کھلا چھوڑا کہ زمین سے اپنا رزق خود تلاش کرکے کھالیتی" [۴] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو قتل کرنا اور انہیں نقصان پہنچانا بھی جرم ہے، شریعت میں چونکہ اس جرم کی سزا مقرر نہیں ہے لہٰذا اس کی سزا بھی تعزیری ہوگی۔ آج کل گھوڑوں یا دیگر جانوروں کی جو دم کاٹ دی جاتی ہے تو یہ بھی قابل تعزیر جرم ہے فقہاء احناف میں سے ابن رُستم نے اس کی وضاحت کی ہے [۵]

جانوروں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کے حوالہ سے آج کل مغربی ممالک اور ان کی بعض تنظیموں

کا بہت چرچا ہے لیکن دیکھئے کہ اسلام نے جو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے لیے دین رحمت ہے، مغرب سے صدیوں پہلے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی وخیر خواہی کا درس دیا۔

کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا

کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا شرعاً ممنوع ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۟[۷۵]

"مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔"

اسلام نے پرائیویسی کے سلسلہ میں یہ جو ایک بہت اہم اصول بیان کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو اور وہ اس کا کوئی شرعی سبب نہ بتا سکے تو یہ قابلِ تعزیر جرم ہوگا۔[۷۶]

مصلحت عامہ کے خلافِ جرائم

کچھ ایسے جرائم بھی ہیں جو مصلحت عامہ کے لیے نقصان دہ ہیں، شریعت میں ان کی چونکہ سزا مقرر نہیں ہے لہٰذا ان کے ارتکاب پر تعزیری سزا ہوگی، ان میں سے چند خاص خاص جرائم کا ذکر حسبِ ذیل ہے:

جاسوسی

دشمنوں کے لیے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا[۷۷]

"اور جاسوسی نہ کرو۔"

نیز فرمایا :

یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ... ۵۷

"مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو..."

جاسوسی کی سزا چونکہ معیّن نہیں ہے لہٰذا اس کی تعزیری سزا ہوگی جس کا جرم کی نوعیت کے مطابق تعیّن کیا جائے گا ۔

رشوت

رشوت ایک ایسا جرم ہے جسے قرآن مجید میں حرام قرار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۵۸

"(یہ) جھوٹی باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں"

اس آیت کریمہ میں یہودیوں کا ذکر ہے جو رشوت کا حرام مال کھایا کرتے تھے ۔ اسی طرح حدیث میں بھی اسے حرام قرار دیا گیا ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالرَّائِشَ ۵۹

"رشوت لینے ، دینے اور دلوانے والے سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"

اس جرم کی بھی چونکہ شریعت میں سزا مقرر نہیں ہے لہٰذا اس کی تعزیری سزا ہوگی ۔

حکومت کے ملازمین کا اپنے حدود سے تجاوز یا کوتاہی

حکومت کے ملازمین کا اپنے حدود سے تجاوز کرنا یا اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا بھی قابلِ تعزیر جرم ہے ، اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ جج کی بے انصافی

اگر کوئی قاضی یا جج اپنے فیصلہ میں عمداً بے انصافی اور ظلم کرے تو اسے تعزیری سزا دی جا سکتی ہے ، اسے منصب سے معزول

بھی کیا جا سکتا ہے، مالی تاوان کی صورت میں بھی سزا دی جا سکتی ہے ہاں البتہ اگر وہ غلطی سے کسی فیصلہ میں بے انصافی کر بیٹھے تو وہ قابل معافی ہے کیونکہ قاضی و جج بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہے، اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے[۴۱] اور غلطی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ[۴۲]

"اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دلی سے کرو (اس پر مؤاخذہ ہے)۔"

ب۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں دانستہ کوتاہی

جو سرکاری ملازم اپنے فرائض و واجبات کے ادا کرنے میں دانستہ کوتاہی کرے، یا کاروبار حکومت میں خلل ڈالنے کے لیے کام چھوڑ دے یا طاقت و قوت کے استعمال سے نظام حکومت کو خراب کرنے کی کوشش کرے یا انتظامی سربراہوں کے ساتھ درشت رویہ رکھے یا کوئی بھی سول یا فوجی ملازم اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھائے تو ان سب صورتوں میں تعزیری سزا دی جا سکتی ہے[۴۳]

ج۔ حکومت کے اہل کاروں کے ساتھ زیادتی

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی سرکاری ملازم / اہل کار یا خدمت عامہ کے امور سر انجام دینے والے کسی بھی ملازم کے ساتھ زیادتی کرے تو یہ بھی قابل تعزیر جرم ہے، اسی طرح کسی فوجی کی وردی کو پھاڑنا یا اسے گالی دینا یا کسی بھی اور طریقے سے اس کی توہین و تذلیل کرنا قابل تعزیر جرم ہے۔ توہین عدالت پر بھی قاضی تعزیری سزا دے سکتا ہے اور اگر وہ معاف کرنا چاہے تو یہ زیادہ موزوں ہے اور اسے اس کا اختیار بھی ہے[۴۴]

د۔ قیدیوں کا بھاگ جانا اور مجرموں کو پناہ دینا

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی قاتل، چور یا کسی اور مجرم کو پناہ دے اور اسے اپنے پاس چھپائے تو ایک قول کے مطابق وہ بھی شریک جرم سمجھا جائے گا اور اسے تعزیری سزا دی جائے گی اور اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ مجرم کو پیش کرے یا بتائے کہ اسے کہاں چھپایا ہے،

اگر وہ نہ مجرم پیش کرے اور نہ اس کے بارے میں بتائے تو اسے قید کر دیا جائے گا، بار بار جسمانی سزا بھی دی جائے گی حتیٰ کہ وہ مجرم کو پیش کر دے یا اس کے بارے میں بتا دے کہ اسے کہاں چھپایا ہے[۵]

جعلی کرنسی کا کاروبار

جعلی کرنسی کو تیار کرنا، چھاپنا اور اسے بازار میں چلانا بھی جرم ہے، جو لوگ اس کاروبار میں ملوث ہوں، انہیں تعزیری سزا دی جا سکتی ہے[۶]

جعلی دستخط/چیک سے رقم حاصل کرنا

اگر کوئی شخص جعلی دستخط یا جعلی چیک کے ذریعہ کسی سرکاری یا پرائیویٹ اکاؤنٹ سے رقم نکلواتا ہے تو یہ بھی قابلِ تعزیر جرم ہے۔ روایت ہے کہ معن بن زیاد نے بیت المال کی جعلی مہر استعمال کر کے بیت المال سے مال وصول کر لیا تھا اور جب تحقیق سے اس کا یہ جرم ثابت ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کر لیا، تین سو کوڑوں کی سزا دی اور پھر جلاوطن بھی کر دیا۔ اسی طرح ہر قسم کی جعلی دستاویزات کی تیاری پر بھی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے[۷]

مقررہ نرخ سے زیادہ پر مال بیچنا

کبھی مصلحت عامہ کے مفاد میں حکومت کو ضروری اشیاء کے نرخ مقرر کرنا پڑتے ہیں، اگر کوئی شخص کنٹرولڈ ریٹ پر بیچنے سے انکار کر دے یا اس سے زیادہ نرخ بیچے یا ذخیرہ اندوزی کرے تو ان تمام صورتوں میں اسے تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔

ناپ تول میں کمی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝[۸]

"(دیکھو) پیمانہ پورا بھرا کرو اور کم نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔"

اور حدیث میں ہے کہ:

مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا [۸۹]

"جو ہم کو دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ناپ تول میں کمی کر کے دھوکا دینا جرم ہے لیکن اس کی چونکہ سزا مقرر نہیں لہٰذا اس کی سزا تعزیر ہوگی۔

تعزیر کا ساقط ہونا

سزائے تعزیر کے ساقط ہونے کے کئی اسباب ہیں، جن میں سے اہم ترین: ۱۔ مجرم کی موت، ۲۔ سزا کی معافی اور ۳۔ اس کا توبہ کرنا ہے:

ا۔ موت کی صورت میں تعزیر کا ساقط ہونا

اگر سزا جسمانی ہو یا مجرم کی آزادی پہ پابندی کی صورت میں ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی سزا موت سے خود بخود ساقط ہو جائے گی اور اگر سزا مالی جرمانہ وغیرہ کی صورت میں ہے تو اسے اس کی موت کے بعد اس کے مال میں سے وصول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ میت کے مال سے اس کے قرض کو ادا کرنا بہر حال لازم ہوتا ہے۔

ب۔ معافی کی صورت میں سقوط تعزیر

تعزیر کا تعلق اگر حقوق اللہ سے ہو تو اسے معاف کرنا جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

تَجَافُوْا عَنْ عُقُوْبَۃِ ذَوِی الْمُرُوْءَۃِ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ [۹۰]

"اصحاب مروت کی سزا سے درگذر کرو الا یہ کہ حدود الٰہی میں سے کسی حد کا ارتکاب ہوا ہو۔"

نیز فرمایا:

اَقِیْلُوْا ذَوِی الْھَیْئَاتِ عَثَرَاتِھِمْ [۹۱]

"صاحب حیثیت لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔"

انصار کے بارے میں فرمایا:

اِقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔

(ان کے نیکوکار کے اچھے عمل کو قبول کرو اور خطاکار سے درگذر کرو۔)

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اس نوع کی تعزیری سزا کو معاف کرسکتا ہے۔

اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ تعزیر کا تعلق اگر حقوق اللہ سے ہو تو اسے معاف کرنا جائز نہیں جیسا کہ تارک نماز کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ اصطغری نے اپنے رسالہ" میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صحابی کی توہین کرے تو قاضی و حاکم پر واجب ہے کہ اسے سزا دے، اس سزا کے معاف کرنے کا اسے حق حاصل نہیں ہے۔

تعزیر کا تعلق اگر حقوق العباد سے ہو تو اس کے بارے میں بھی ایک قول یہی ہے کہ صاحب حق کے مطالبے کے باوجود حاکم / قاضی اسے معاف کرسکتا ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ صاحب حق کے مطالبہ کی صورت میں اسے معاف کرنا جائز نہیں جیسا کہ قصاص میں معاف نہیں کیا جاسکتا۔ اکثر فقہاء کرام کی یہی رائے ہے[۹۳]۔

ج۔ توبہ سے تعزیر کا ساقط ہونا

توبہ سے تعزیر پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اس مسئلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور بعض شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک توبہ سے سزا ساقط نہ ہوگی کیونکہ سزا سے متعلق دلائل میں عموم ہے اور توبہ کرنے والے یا نہ کرنے والے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا گیا، صرف ڈکیتی و رہزنی کی سزامیں توبہ کرنے کی صورت میں معافی دی گئی ہے اور پھر اگر توبہ سے سقوطِ تعزیر کے اصول کو مان لیا جائے تو سزا سے بچنے کے لیے ہر مجرم یہ دعوٰی کرنے لگ جائے گا کہ اس نے توبہ کرلی ہے۔

فقہاء کے ایک دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے، جس میں بعض شافعیہ و حنابلہ بھی شامل ہیں کہ اگر مجرم پکڑے جانے سے قبل توبہ کرے تو محاربہ پر قیاس کرتے ہوئے، اس توبہ سے اس کی سزا ساقط ہو جائے گی، ان کی دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حد کو پہنچ گیا ہوں، اسے آپ

مجھ پر قائم فرما دیجیے ، اس حد کے بارے میں آپ نے اس سے کوئی وضاحت نہیں چاہی، اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس آدمی نے اپنی بات پھر دوہرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے جواب دیا ، جی ہاں پڑھی ہے"، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا ہے۔" یہ حدیث گویا اس بات کی دلیل ہے کہ مجرم جب توبہ کرے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور پھر جب محاربہ (ڈکیتی و رہزنی) جیسے سنگین جرم میں توبہ جائز ہے اور اس سے سزا معاف ہو جاتی ہے تو اس سے کم تر درجہ کے گناہوں میں توبہ بالاولیٰ جائز اور اس سے سزا میں معافی ہو جانی چاہیے۔

جو فقہاء توبہ سے سقوط سزا کے قائل ہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سزا اس صورت میں ساقط ہوتی ہے جب اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، اور اگر اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ سے سزا ساقط نہ ہوگی۔

امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ کی رائے یہ ہے کہ توبہ سے تعزیر وغیر تعزیر ہر طرح کی سزا اسی طرح ساقط ہو جاتی ہے جس طرح محاربہ میں ساقط ہو جاتی ہے، یہ ایک مسلک اعتدال ہے کیونکہ کچھ فقہاء کی تو یہ رائے ہے کہ توبہ کے بعد سزا دینا جائز ہی نہیں جب کہ کچھ دیگر فقہاء کا یہ خیال ہے کہ توبہ کا سقوط سزا کے سلسلہ میں قطعاً کوئی عمل دخل نہیں ہے جب کہ ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کے اس مسلک اعتدال کی روشنی میں تعزیر واجب کا تعلق اگر حقوق اللہ سے ہو تو وہ توبہ سے ساقط ہو جائے گی الا یہ کہ کوئی مجرم اپنے نفس کی تطہیر کے لیے سزا کو ترجیح دے، ان کی دلیل یہ ہے کہ توبہ سے تو کافروں کے بھی سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں[۹۴] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ [۹۵]

"(اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آ جائیں تو جو ہو چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا۔"

اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔[۹۶]

"گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔"

حواشی وتعلیقات

۱۔ شمس الائمۃ ابوبکر محمد سرخسی، المبسوط ج ۹ ص ۳۶، مطبعۃ السعادۃ القاہرہ، سنہ ۱۳۲۴ھ،
کمال الدین محمد بن الہمام، فتح القدیر، ج ۷ ص ۱۱۹، مطبعہ میمنیہ سنہ ۱۳۱۹ھ، سنہ ۱۳۳۹ھ،
البہوتی الحنبلی، کشاف القناع علی متن الاقناع، ج ۴ ص ۲۷ مطبعہ شرقیہ القاہرہ، سنہ ۱۳۱۹ھ،
قاضی ابویعلی الفرا الحنبلی، الاحکام السلطانیہ
الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۲۴، مطبعۃ السعادۃ، القاہرہ،

۲۔ التعریفات
کاسانی، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳، مطبعہ جمالیہ القاہرہ سنہ ۱۳۲۸ھ
ابن عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۲ ص ۵۷۸ مطبعہ میمنیہ سنہ ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ محمد بن اسماعیل امیر صنعانی، سبل السلام، ج ۴ ص ۵۴ مطبع حلبی قاہرہ سنہ ۱۳۴۹ھ

۴۔ علامہ محمد بن اسماعیل امیر صنعانی، سبل السلام ج ۴ ص ۵۴، مصطفی حلبی قاہرہ سنہ ۱۳۴۹ھ
شرنبلالی، غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ دارالحکام ج ۲ ص ۹۴-۹۵ مطبعہ وھبیہ سنہ ۱۲۹۴ھ
ابن عابدین، ردالمحتار، ج ۳ ص ۱۸۳، طبع بولاق، سنہ ۱۳۰۹ھ

۵۔ مجموعہ فقہائے ہند، الفتاویٰ الہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۷ طبع بولاق سنہ ۱۳۱۰ھ

۶۔ امام بیہقی، السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۱۲۳، طبع دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد

۷۔ ابن عابدین، ردالمحتار ج ۳ ص ۱۸۳، طبع بولاق، سنہ ۱۳۰۹ھ
شرنبلالی، غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ دارالحکام ج ۲ ص ۹۴-۹۵ مطبعہ
علامہ امیر صنعانی، سبل السلام ج ۴ ص ۵۴، مطبعہ حلبی القاہرہ سنہ ۱۳۴۹ھ

الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۲۶ مطبعۃ السعادۃ، القاہرہ ،

۸ - ابن نجیم مصری، الاشباہ والنظائر ج ۱ ص ۱۶۴، مطبعہ حسینیہ القاہرہ ۱۳۲۷ھ ،

۹ - ابن عابدین، رد المحتار، ج ۳ ص ۱۷۷، مطبعہ میمنیہ القاہرہ ۱۳۶۲ھ ،

۱۰ - الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۳۶، مطبعۃ السعادۃ القاہرہ،

۱۱ - الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۴۴، مطبعہ السعادۃ القاہرہ ،
ابن عابدین، رد المحتار ج ۳ ص ۱۸۷، طبع بولاق ۱۲۰۹ھ ،
البہوتی الحنبلی، کشاف القناع ج ۴ ص ۷۴ - ۷۶، مطبعہ شرقیہ قاہرہ،

۱۲ - ابن فرحون الیعمری، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام ج ۲ ص ۳۶۶ — ۳۶۷،
مطبعہ شرقیہ، قاہرہ ۱۳۰۱ھ ،
علاء الدین طرابلسی، معین الحکام فیما تیردد بین الخصمین من الاحکام ص ۱۸۹، طبع بولاق ۱۳۰۰ھ

۱۳ - ابن فرحون الیعمری، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۶۷، مطبعہ شرقیہ قاہرہ ۱۳۰۱ھ

۱۴ - علاء الدین طرابلسی، معین الحکام فیما تیردد بین الخصمین من الاحکام ص ۱۸۹، طبع بولاق ۱۳۰۰ھ
ابن الہمام، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۱۷، مطبعہ میمنیہ ۱۳۳۹ھ
علامہ سیف الدین الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۱۶۰، مطبعۃ دار المعارف، القاہرہ ۱۳۳۲ھ
خطاب المغربی، مواحب الجلیل فی شرح مختصر خلیل ج ۶ ص ۳۲۰، مطبعہ السعادۃ، القاہرہ، ۱۳۲۹ھ

۱۵ - امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، "السنن" ج ۴ ص ۶۲۰ - ۶۲۱، تحقیق عزت عبید دعاس، اس حدیث کی سند حسن ہے۔

۱۶ - علاء الدین طرابلسی، معین الحکام، ص ۱۸۹، طبع بولاق ۱۳۰۰ھ
ابن فرحون الیعمری، تبصرۃ الحکام، ج ۲ ص ۲۶۶، مطبعہ شرقیہ قاہرہ ۱۳۰۱ھ
خطاب المغربی، مواہب الجلیل، ج ۶ ص ۲۴۷، مطبعۃ السعادۃ، القاہرہ ۱۳۳۹ھ

۱۷ - امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی، "السنن" ج ۸ ص ۹۲، المکتبۃ التجاریہ، امام نسائی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے۔

۱۸ ۔ الرملی، "نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج"، ج ۷ ص ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ طبع بولاق ۱۲۹۲ھ
ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۲۶۶ ۔ ۲۶۷، مطبعۃ المنار قاہرہ ۱۳۴۸ھ

۱۹ ۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کی مثل کہہ دے تو اسے اظہار کہتے ہیں، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دوبارہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، غلام نہ ملے تو مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے اور جسے روزوں کی بھی طاقت نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ملاحظہ فرمائیے سورۃ المجادلۃ آیت: ۱ ۔ ۴

۲۰ ۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے
المائدہ : ۸۹

۲۱ ۔ مثلاً یہ کہ مقتول کے وارثوں نے قصاص معاف کر دیا ہو۔

۲۲ ۔ ابن فرحون الیعمری، تبصرۃ الحکام، ج ۲ ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷ مطبعہ شرقیہ، قاہرۃ، ۱۳۰۱ھ
الرملی، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷ ص ۲۷۱، طبع بولاق ۱۲۹۲ھ

۲۳ ۔ قتل شبہہ العمد یہ ہے کہ کسی ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کیا جائے جو اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا باعث نہیں ہوتی جیسا کہ پتھر، لاٹھی یا ہاتھ قاضی ابویوسف اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ کسی بڑے پتھر یا وزنی لاٹھی کا استعمال قتل عمد میں شامل ہوگا، چنانچہ ان دونوں کے نزدیک قتل شبہہ العمد کی تعریف یہ ہے کہ ایسی اشیاء سے مارا جائے جو غالباً قتل کا سبب نہیں ہوتیں جیسے کہ کوڑا یا چھوٹی لاٹھی وغیرہ۔

۲۴ ۔ البہوتی الحنبلی، کشاف القناع ج ۴ ص ۲ ۔ ۳ مطبعہ شرقیہ قاہرہ ۱۳۲۰ھ

۲۵ ۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۲۵، مطبعۃ السعادۃ ۱۳۲۷ھ
ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ ص ۲۶۵، مطبعہ حلبی ۱۳۰۷ھ

۲۶ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح ج ۳ ص ۲۹۹ طبع سلفیہ
امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، الصحیح، ج ۴ ص ۲۰۲۶ طبع حلبی

۲۷ ۔ سورۃ ہود : ۱۱۴

۲۸ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۸ ص ۳۵۵ طبع سلفیہ، امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، "الصحیح" ج ۴ ص ۲۱۱۷ طبع مصطفیٰ الحلبی۔

۲۹ - امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۷ ص ۱۲۱
طبع سلفیہ، امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، الصحیح ج ۴ ص ۱۹۴۹
طبع مصطفیٰ الحلبی، بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۰ - امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۸ ص ۴۲۵
طبع سلفیہ، صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۸۲۹ طبع مصطفیٰ البابی الحلبی
۳۱ - ابن عابدین ج ۳ ص ۱۹۲، الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۲۵
۳۲ - الانعام : ۱۵۱
۳۳ - امام بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۱۲ ص ۲۰۱ طبع سلفیہ
امام مسلم، الصحیح ج ۳ ص ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ طبع حلبی
بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔
۳۴ - الجصاص، احکام القرآن ج ۱ ص ۶۱، مطبعہ بہیتہ، قاہرہ ۱۳۴۷ھ
ابن عابدین، رد المحتار ج ۳ ص ۱۸۴ - ۱۸۵ مطبعہ میمنیہ ۱۳۲۷ھ
قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۶ ص ۱۵۱ - ۱۵۳، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ ۱۳۷۰ھ
۳۵ - ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ ص ۹۹، دار الکتاب العربی ۱۹۵۱ء
۳۶ - امام مسلم، الصحیح، ج ۳ ص ۱۴۸۰، مطبع الحلبی
۳۷ - امام بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۱۲ ص ۱۷۶، مطبع السلفیۃ
امام مسلم، الصحیح ج ۳ ص ۱۳۳۳، مطبع الحلبی بروایت حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ
۳۸ - ابن قدامہ، المغنی ج ۱۰ ص ۳۴۸، مطبعۃ المنار، قاہرہ ۱۳۴۸ھ
ابن فرحون یعمری، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۰۰ مطبعہ بہیتہ قاہرہ ۱۳۰۲ھ
ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام ص ۳۹ مطبعہ حسینیہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ
۳۹ - امام بیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۷ ص ۳۲، ط دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد
بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث
مرسل ہے۔

۴۰ - ابن فرحون الیعمری، تبصرۃ الحکام، ج ۲ ص ۲۰۴ مطبعہ شرقیہ قاہرہ ۱۳۰۱ھ
۴۱ - ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۴۱۴، دار الفکر العربی، طبع پنجم ۱۹۷۶ء
۴۲ - اس حدیث کا حوالہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔
۴۳ - ابن تیمیہؒ، الحسبۃ فی الاسلام ص ۳۹، دار الکتاب العربی ۱۹۵۱ء
ابن تیمیہؒ، السیاسۃ الشرعیہ ص ۳۹، دار الکتاب العربی ۱۹۵۱ء
ابن قیم، الطرق الحکمیۃ، ص ۱۰۶ مطبۃ المؤید قاہرہ ۱۳۱۷ھ
۴۴ - کوڑوں کی صورت میں تعزیری سزا کی تفصیل کے لیے حسب ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:
بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۴، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۱۵ - ۱۱۶، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۲۰۰ - ۲۰۴، نہایۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۷۵، المہذب ج ۲ ص ۲۲۸، کشاف القناع ج ۴ ص ۱۷۵، السیاسۃ الشرعیۃ ص ۷۴ - ۸۴، الحسبۃ ص ۳۹، الطرق الحکمیۃ ص ۱۰۶، المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۳۴۷ - ۳۴۸
۴۵ - النساء: ۱۵
۴۶ - المائدہ: ۳۳
۴۷ - امام بیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۸ ص ۵۱، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد
امام دارقطنی، السنن ج ۳ ص ۱۴۰، دار المحاسن
۴۸ - ابوعبداللہ محمد بن فرج مالکی، اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵ - ۶
۴۹ - تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۷۵، نصب الرایۃ ج ۴ ص ۱۷۹ - ۱۸۰، رد المحتار، ج ۴ ص ۳۲۶، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۸۸، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۷۳، نہایۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۷۰، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۴ وغیرھا۔
۵۰ - امام ابوداؤد، السنن (تحقیق عزت عبید دعاس) ج ۵ ص ۲۲۴، امام منذری نے اس حدیث کی سند میں ایک راوی کو مجہول قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے مختصر سنن ابی داؤد ج ۷ ص ۲۴۰ مطبوعہ المعرفۃ۔
۵۱ - امام سرخسی، المبسوط ج ۹ ص ۴۵، امام زیلعی، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۷۴

۵۲ - السید احمد بک ، دلیل المسافر ص ۷، ۲۲ ، مطبعہ کبریٰ امیریہ، بولاق، مصر ۱۳۱۹ھ

۵۳ - ماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۱۲

۵۴ - سرخسی، المبسوط، ج ۹ ص ۴۵

۵۵ - معین الحکام ص ۱۸۴ ، ابن رشد، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۶۴ - ۳۶۵ ، مطبعہ جمالیہ، قاہرہ، ۱۳۲۹ھ

۵۶ - جلاوطنی سے متعلق احکام کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں : سرخسی، مبسوط ج ۹ ص ۴۵ ، زیلعی، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۷۴ ، طرابلسی، معین الحکام ۱۸۲ ، ابن رشد، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۸۱ ، یعمری، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۲۰۴ ، ابن فرح مالکی، اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵، ابن قدامہ، المغنی ج ۱۰ ص ۳۴۷ ، ابویعلیٰ ، الاحکام السلطانیہ ص ۲۴۷

۵۷ - ابن عابدین ، رد المختار ج ۳ ص ۱۸۴

۵۸ - علامہ استروشنی، "الفصول الخمسۃ عشر فیما یوجب التعزیر وما لا یوجبہ ، ص ۷، مکتبہ بخیت ازہر (مخطوطہ) بحوالہ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ

۵۹ - ابن تیمیہ ؒ ، الحسبۃ فی الاسلامیہ ص ۴۰ ، یعمری، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۶۷ - ۳۶۸

۶۰ - ابن تیمیہ ؒ ، الحسبۃ فی الاسلام ص ۴۰ ، یعمری تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۶۷ - ۳۶۸

۶۱ - کشاف القناع ، ج ۴ ص ۷۴ - ۷۵ ، الحسبۃ فی الاسلام ص ۴۰ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ص ۲۹۵

۶۲ - محمد کردری خوارزمی المعروف بالبزاز ، الجامع الوجیز المعروف بالفتاویٰ البزازیہ ج ۲ ص ۷۵۴ ، طبع اوربا ۱۳۰۸ھ ، ابن عابدین ، رد المحتار ج ۳ ص ۱۸۴ ، مطبعہ میمنیہ ۱۳۲۷ھ

۶۳ - تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے : ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ، دار الفکر ۱۹۷۶ء ، عبدالقادر عودہ ، التشریع الاسلامی دار التراث، القاہرہ -

۶۴ - الکاسانی ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۴ ، مطبعہ جمالیہ قاہرہ -

۶۵ - الکاسانی ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۴ ، ابن عابدین ، رد المختار ج ۳ ص ۱۸۴ - ۱۸۵ ، البہوتی الحنبلی، کشاف القناع ابن تیمیہ ، السیاسۃ الشرعیہ ص ۵۵

۶۶ - ابن فرحون یعمری ، تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۶۶ - ۳۶۷ ، خطاب المغربی ، مواہب الجلیل ج ۶ ص ۲۴۷

۶۷ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے : سرخسی، مبسوط ج ۹ ص ۷۷، ۷۹، ۸۵، ۸۸، کاسانی، بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۴ - ۳۵، ابن الہمام، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۴۲، ۱۴۷، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۷، الماوردی، الأحکام السلطانیہ ص ۲۱۲ - ۲۱۴، ابن قدامہ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۱ - ۱۵۴ -

۶۸ - جمہور کے نزدیک قذف میں احصان کی شرائط یہ ہیں : (۱) عقل (۲) بلوغت (۳) حریت (۴) اسلام اور عفت، ملاحظہ فرمائیے، کاسانی، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴۰، ابن قدامہ المغنی ج ۱۰ ص ۲۰۲

۶۹ ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے : سرخسی، مبسوط ج ۱۹ ص ۱۰۲، ۱۱۸، ۱۲۰، زیلعی، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۰۸ - ۲۰۹، کاسانی، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴۲ - ۴۶، ابن الہمام، فتح القدیر ج ۴ ص ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۱۴ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۵، الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۱۷ - ۲۱۸

۷۰ ۔ الحج : ۳۰

۷۱ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۵ ص ۲۶۱ طبع سلفیہ، امام مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۹۱ طبع حلبی بروایت حضرت ابوبکرؓ

۷۲ ۔ البہوتی الحنبلی، کشاف القناع ج ۴ ص ۷۶، ابن فرحون یعمری تبصرۃ الحکام ج ۲ ص ۳۷۰

۷۳ ۔ امام بخاری، الجامع الصحیح مع الفتح ج ۶ ص ۳۵۶، طبع سلفیہ، امام مسلم، الصحیح، ج ۴ ص ۲۱۱۰، طبع حلبی، بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۷۴ ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۹

۷۵ ۔ النور : ۲۷

۷۶ ۔ سید اسد مدنی حسینی، الفتاویٰ الاسعدیۃ فی فقہ الحنفیۃ، ج ۱ ص ۱۷۰ - ۱۷۱ مطبعہ خیریہ، قاہرہ ۱۳۰۹ھ

۷۷ ۔ الحجرات : ۱۲

۷۸ ۔ الممتحنہ : ۱

۷۹ ۔ المائدۃ : ۴۲

۸۰ ۔ امام ترمذی، السنن ج ۳ ص ۶۱۳ مطبوعہ الحلبی، امام حاکم "المستدرک" ج ۴ ص ۱۰۲ - ۱۰۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد، بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، امام حاکم نے اس حدیث

کو صحیح کہا اور علامہ ذہبیؒ نے ان کی تائید کی ہے۔
۸۱ ۔ سرخسی، مبسوط، ج ۹ ص ۸۰
۸۲ ۔ الاحزاب : ۵
۸۳ ۔ سید اسعد مدنی، الفتاویٰ الأسعدیہ ج ۱ ص ۱۶۷ ۔ ۱۶۸
۸۴ ۔ سید اسعد مدنی، الفتاویٰ الاسعدیہ ج ۱ ص ۱۶۶، ۱۶۷
شیخ محمد بن حسینی، الفتاویٰ الانقریۃ، ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ بولاق ۱۲۸۱ھ
۸۵ ۔ ابن تیمیہؒ، السیاسۃ الشرعیہ ص ۴۰ اور بعد کے صفحات!
۸۶ ۔ سید اسعد مدنی، الفتاویٰ الاسعدیہ ج ۱ ص ۱۵۷ ۔ ۱۵۸۔
۸۷ ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۹۰، ابن قدامہ، المغنی ج ۱۰ ص ۳۴۸
۸۸ ۔ الشعرآء : ۱۸۱ ۔ ۱۸۲
۸۹ ۔ امام مسلم، الصحیح ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ حلبی، بروایت حضرت ابوہریرہؓ
۹۰ ۔ امام طبرانی، المعجم الصغیر، بروایت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن کثیر بن مروان ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۲ مطبوعہ القدسی۔
۹۱ ۔ امام احمد بن حنبل، مسند ج ۶ ص ۱۸۱۔ مطبوعہ المیمنیہ، اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن نافع ضعیف ہے۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۴۳ ۔ ۱۴۴
۹۲ ۔ اس حدیث کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔
۹۳ ۔ ابن اعابدین : ردالمحتار ج ۳ ص ۱۸۸، ابویعلیٰ: الاحکام السلطانیہ ص ۲۶۶
۹۴ ۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ج ۷ ص ۹۶، ابن رشد، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۸۲، ابن قدامہ، المغنی ج ۱۰ ص ۳۱۶ ۔ ۳۱۷، ابن قیم، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۷ ۔ ۱۹۸ مطبعۃ الکردی قاہرہ ۱۳۲۵ھ
۹۵ ۔ الانفال : ۳۸
۹۶ ۔ امام ابن ماجہ، "السنن"، ج ۲ ص ۲۰۴ الطبع الحلبی، حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے سخاوی، المقاصد الحسنۃ ص ۱۵۲، ط الخانجی۔